اسلام میں رواداری

ابوالحسن محمد شرف الدین

(مترجم : انوار صولت۔)

بہت سے غیر مسلم دانشوروں نے اس رائے کا اکثر اظہار کیا ہے، کہ اسلام، رواداری کی بنیاد پر، اتحاد انسانی کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہونے کی بجائے ،انسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا باعث ہوا ہے(۱) غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام آیا تو اس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ وہ ایک مرعوب کن فاتح طاقت کی حیثیت سے ابھرا۔ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے بسرعت اسلام قبول کیا۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اس کی تائید میں، غزوات پر مشتمل، قرآن کی ان چند آیات کا سہارا لیا جاتا ہے جن میں اهل ایمان کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے:

فاقتلو المشرکین حیث وجد تموھم و خذوھم واحصروھم - (۹ : ۵)- (مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو، پکڑلو اور گھیر لو)۔

یا پھر ان آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے جن میں مرتدوں کو ان انتہائی نتائج سے خبردار کیا گیا ہے، جو مرتد ہوجانے کی صورت میں ان کو دنیا و آخرت میں بھگتنے ہونگے۔

اس پس منظر میں ہمیں ''اسلام میں رواداری،، کا جائزہ لینا ہے۔ نیز ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ رواداری کسے کہتے ہیں اور اسلام غیر مسلموں سے برتاؤ میں کس حد تک روادار ہے۔

۱- مجید خدوری، اسلامی قوانین میں صلح و جنگ کا مفہوم (War & Peace in the Law of Islam) واشنگٹن ڈی۔سی۔ ۱۹۶۰ ص ۱۷، ۶۳- ۶۴-

رواداری کے معنی :

لفظ "رواداری" کا مطلب وہ طرز عمل ہے جس میں مصائب برداشت کئے جائیں اور مصائب برداشت کرنے میں صبر و تحمل سے کام لیا جائے(۲) یا دوسروں کی رائے سن کر اور افعال کو دیکھ کر بردباری کا رویہ اختیار کیا جائے اگرچہ اس کے ایک معنی منع و جبر سے اجتناب بھی ہیں لیکن اس سے مراد عموماً ایسی حالت ہوتی ہے ۔ جس میں (دی گئی) آزادی کو محدود بھی کردیا جاتا ہے اور مشروط بھی ۔

پس اسلام میں رواداری کے یہ معنی ہوئے کہ اسلامی مملکت کے زیر سایہ آباد غیر مسلم اگر اپنے پرسنل لا کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اپنے مذھب پر قائم رھنا چاھیں تو انہیں اس کی پوری آزادی ہے آزادی کا یہ مطلب ھرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی راہ میں سد راہ بننے، اس کے اصولوں کو پامال کرنے، امن عامہ میں خلل ڈالنے اور تحفظ معاشرہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے پر ان سے مراعات واپس بھی لی جاسکتی ہیں ۔

اسل مکہ، جو مشرک تھے، اور اخلاقی پستی کا شکار تھے، پہلی مرتبہ اسلامی تعلیم سے روشناس ہوئے ۔ ابتدائی مکی سورتوں میں، اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور بندوں پر اس کی بے پایاں نعمتوں کا خصوصی ذکر ہے اسی طرح ان سورتوں میں کل کائنات پر اس کے فضل عمومی کا بیان ملتا ہے ان آیات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب آپ عام تبلیغ کے لئے باھر تشریف لے جائیں اور لوگوں کو (اعمال کے نتائج سے) خبردار فرمائیں ۔ اور پوری سرگرمی سے دعوت اسلام دیں ۔

---

۲ ۔ مختصر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (The shoter oxford English Dectionary) تیسرا ایڈیشن، آکسفورڈ ۱۹۵۹، ۱۱ : ۲۲۰۶، "رواداری "Toleration" ۔

قم فانذر و ربك فكبر (۷۴ : ۲ - ۳) (اٹھیے، ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے) -

تبلیغ میں رواداری :

جب تبلیغ عام کا حکم ہوا تو شروع میں صرف چند سماجی، اخلاقی اور بنیادی اصولوں کی آیات کا نزول ہوا جن میں وضاحت کے ساتھ مومنوں کو، مشرکوں کے معبودوں کو، برابھلا کہنے سے منع کیا گیا - حالانکہ اسلام میں کسی اور کو اللہ کا شریک گرداننے کی سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ہے -

ان اللہ لایغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء (۴ : ۱۱۶) (خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا -

تبلیغی مقاصد کے لئے ہر قسم کے دباؤ یا طاقت کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے نبی اکرم کو دین کی تبلیغ کے لئے وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنانے کی ہدایت ہوئی - آپ کو حکم ملا کہ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اپیل فرمایا کریں - مسلمانوں کو دوسروں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع فرما دیا گیا -

ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم - (۶ : ۱۰۸) - (اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو، بے ادبی سے، بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں -)

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جا دلھم بالتی ھی احسن - (۱۶ : ۱۲۵) (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پرور دگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو)

ولوشاء ربك لآمن في الارض كلهم جميعا ۔ افانت تکره الناس حتی یکونوا مؤمنین ۔ (۱۰ : ۹۹) (اور اگر تمہارا پروردگار چاهتا۔ تو جتنے لوگ زمین میں هیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاهتے هو کہ وہ مومن هوجائیں)۔

نحن اعلم بما یقولون وما انت علیهم بجبار۔ فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔ (۵۰ : ۴۵) (هم خوب جانتے هیں جو کچھ یہ لوگ کہتے هیں اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں هو پس جو (همارے عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رهو)۔

فذکر۔ انما انت مذکر۔ لست علیهم بمصیطر (۸۸ : ۲۱-۲۲) (تم تم نصیحت کرتے رهو کہ تم نصیحت کرنے والے هی هو۔ تم انّ پر داروغہ نہیں هو)۔

قرآن میں رواداری کا مفہوم :

قرآن تمام مذاهب کے بنیادی حق کو تسلیم کرتا ھے۔ اور مذهبی معاملات میں وضاحت کے ساتھ جبر کی نفی کرتا ھے۔ قرآن اس کی بھی تلقین کرتا ھے کہ هر انسان یہ فیصلہ کرنے میں مختار ھے کہ وہ ایک مذهب کو تسلیم کرے یا دوسرے کو، خواہ ایک راستہ اختیار کرے یا دوسرا۔ یہ علیحدہ بات ھے کہ اگر وہ حق تسلیم کرتا ھے تو اسکا اپنا مفاد ھے۔ اگر وہ غلطی پر بضد ھے تو دوسروں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ نوع انسانی، رسم و رواج، خون کے رشتوں، عقائد اور طریقہ هائے عبادت کی وجہ سے تقسیم هو کر رہ گئی ھے جب یہ فیصلہ خود انسان پر چھوڑ دیا گیا ھے تو اب اسے اختیار ھے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر صراط مستقیم پر گامزن هو پس ثابت هوا کہ اسلام میں جبر کی اجازت نہیں ھے۔

لااکراہ فی الدین (۲ : ۲۵۶) (دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ھے)۔

انا هدینه السبیل اما شاکراً واما کفورا۔ (۷٦ : ۳)۔ (اور) اسے رستہ بھی دکھا دیا۔ (اب وہ) خواہ شکر گذار ہو خواہ ناشکرا)۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیئو من ومن شاء فلیکفر۔ (اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے۔

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسه ومن عمی فعلیها وما انا علیکم بحفیظ۔ (٦ : ۱۰۴) (اے محمد ان سے کہہ دو کہ تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں۔ تو جس نے (اپنی آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا۔ اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں)۔

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا۔ ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلو کم فی ما آتکم فا ستبقوا الخیرات۔ (۵ : ۴۸) (ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کردیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دئیے ہیں ان میں وہ تماری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو)

قل یا ایها الکفرون۔ لا اعبد ماتعبدون۔ ولا انتم عبدون ما اعبد۔ ولا انا عابد ما عبد تم ولا انتم عبدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین۔ (۱۰۹ : ۱ - ٦) (اے پیغمبر (ان منکرین اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو۔ جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور میں پھر کہتا ہوں کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو۔ جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

اسلام اور دوسرے مذاهب :

قرآن کریم کلام الہی ہے۔ اور رواداری کے معاملے میں وسیع النظری کا پاس رکھتا ہے۔ وہ ادیان سماوی کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا۔ قرآن کا دعوی ہے کہ دین حق اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اقوام عالم کے سابق پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی کی روح بنیادی طور پر ایک ہے۔ ان ادیان کی تعلیمات کے متعلق قرآن کا زاویہ نگاہ کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ مذاهب عالم میں قرآن هی وہ پہلی کتاب ہے جو دیگر ادیان کی کتب آسمانی کو برحق سمجھنے کو جزو ایمان قرار دیتی ہے۔ قرآن کی رو سے جو خدائے واحد پر ایمان لائے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی اخلاقی زندگی بسر کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ترین بندہ ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی دین سے ہو۔

ان الذین آمنوا والذین هادوا و النصاری و الصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون (۲ : ۶۲)۔ (جو لوگ مسلمان هیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذهب کا هو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ خدا کے هاں ملے گا۔ اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف هوگا۔ نہ وہ غمناک هوں گے)۔

هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلواۃ و مما رزقنهم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالآخرۃ هم یوقنون (۲ : ۲ ـ ۴)۔ (یہ کلام الہی ہے خدا سے) ڈرانے والوں کا رهنما ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور (آداب کے ساتھ) نماز پڑھتے هیں۔ اور جو کچھ هم نے ان

کو عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب (اے محمد) تم پر نازل ہوئی۔ اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔

قل یا اھل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیاولایتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ۔ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (۳ : ۶۳)۔ (کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم) کی گئی ہے۔ اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں۔ تو (ان سے) کہہ دو۔ کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں)۔

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا و ما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۲ : ۱۳۶)۔ (مسلمانو) کہو۔ کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری۔ اس پر اور جو (صحیفے) ابراھیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں۔

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون۔ کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ۔ (۲ : ۲۸۵) رسول، اس کتاب پر، جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور سب

مومن بھی خدا پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔

اسلام اور جنگ و جدل :

مندرجہ بالا تمام آیات کو ملا کر پڑھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ یہ سوچنا بھی بعید از انصاف ہے کہ نبی اکرمؐ نے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو بنوک شمشیر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ دس سال سے زائد مدت تک آپ یہی کوشش فرماتے رہے کہ عرب قبائل رواداری کی بنیاد پر مسلمانوں کو امن کے ساتھ اپنے دین پر چلنے دیں لیکن گمراہ عربوں نے مسلمانوں پر ہر قسم کا جبر و تشدد روا رکھا۔ خود نبی اکرم کی شمع حیات گل کرنے کی سازش کی گئی۔ اور مسلمانوں کو ہر طرح اپنے مذھبی فرائض ادا کرنے سے روکا گیا۔ قرآن ان کے ظلم و جور کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

و اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ (۸ : ۳۰)۔ اور (اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے۔ کہ تم کو قید کردیں۔ یا جان سے مار دیں۔ یا وطن سے نکال دیں۔ تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے۔ اور (ادھر) خدا چال چل رہا تھا۔ اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے

ارأیت الذی ینھیٰ۔ عبدا اذا صلیٰ۔ ارأیت ان کان علی الھدیٰ۔ او امر بالتقویٰ (۹۶ : ۹ - ۱۲) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے بھلا دیکھو تو اگر یہ راہ‌راست پر ہو یا پرھیز گاری کا حکم کرے تو منع کرنا کیسا۔

غرض مسلمانوں پر اس طرح سختی سے ظلم و تشدد روا رکھا گیا جس سے

مجبور ہوکر انہیں مدینے میں پناہ اپنی پڑی۔ جہاں وہ ہر طرح سے محفوظ تھے۔ ذیل کی آیات میں اس المناک صورت حال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ جس میں مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے پڑے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال والنساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریة الظالم اھلھاج و اجعل لنا من لدنك ولیا و اجعل لنا من لدنك نصیرا۔ (۴ : ۷۵) (اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے۔ جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما)

اسلام جنگ برائے جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ وہ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لئے جنگ کا حامی ہے۔ اسلام میں جنگ صرف اس صورت میں جائز کی گئی ہے جب ظلم و تعدی کی روک تھام ناگزیر ہوجائے۔ کفار و مشرکین نے نہ صرف مسلمانوں پر حملہ کیا بلکہ انہوں نے مسلمانوں سے کئے گئے معاہدات، اور خود اپنے قول و فعل سے بھی انحراف کیا۔ وہ بار بار اپنی اسی روش کا اعادہ کرتے رہے۔ انجام کار مسلمانوں کے لئے ایسے پڑوسیوں پر بھروسا کرنا ناممکن ہوگیا قرآن صرف ایسی خطرناک اور نازک صورت حال میں ہی جنگ کی اجازت دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ پابندی بھی عائد کر دیتا ہے۔ کہ دور ظلم ختم ہوتے ہی جنگ کو فوراً بند کردیا جائے۔ قرآن نے مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ کہ وہ معاہدے کے پورے پابند رہیں۔ اور اگر دشمن امن کی پیشکش کرے تو وہ اسے قبول کرلیں اور آئندہ پر امن رہیں۔

براءة من الله و رسوله الی الذین اعهدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعة اشهر واعلموا انکم غیر معجزی الله و ان الله مخزی الکفرین - (۹ : ۱ - ۲)
اے (اهل اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عهد کر رکھا تھا۔ علیحدگی اور جنگ کی تیاری ہے۔ تو (مشرکو تم) زمین میں چار مهینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے - اور یہ بھی کہ خدا کافروں کو رسوا کرنے والا ہے)

اس کے بعد قرآن ان لوگوں کے معاملے میں استثناء کا حکم دیتا ہے۔ جو معاهدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ وہ بھی معاهدے کا احترام کریں - اس کا تعلق اسلام کے اس ابتدائی دور سے ہے۔ جب کفار سے جنگ اس لئے نہیں لڑی جاتی تھی۔ کہ وہ کافر هیں - بلکہ اس لئے کہ انهوں نے اپنے معاهدات کی پابندی نہیں کی

الا الذین اعهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیأ ولم یظاهروا علیکم احداً فاتموا الیهم عهدهم الی مدتهم ان الله یحب المتقین فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم و خذوهم و احصروهم و اقعدوا لهم کل مرصد - (۹ : ۴ - ۵) البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عهد کیا هو۔ اور انهوں نے تمهارا کسی طرح کا قصور نہ کیا هو۔ اور نہ تمهارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی هو۔ تو جس مدت تک ان کے ساتھ عهد کیا هو اسے پورا کرو (کہ) خدا پرهیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جب حرمت کے مهینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جهاں پاؤ، قتل کردو اور پکڑلو۔ اور گھیر لو۔ اور هر گھات کی جگہ ان کی تاک میں رهو۔

و ان جنحوا للسلم فاجنح لها و توکل علی الله انه هوا لسمیع العلیم (۸ : ۶۱) (اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل هوں۔ تو تم بھی اس کی طرف مائل هوجاؤ۔ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے) -

یہی زاویہ نگاہ سورۂ توبہ (۹) کی آیات آٹھ، بارہ، تیرہ، ستائیس، ایک سو تئیس اور سورۃ انفال کی آیات ۳۸-۳۹ اور ۵۵-۵۶ میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول خدا اور خلفائے راشدین نے جنگ میں انہی اصولوں کو مدنظر رکھا۔

دوسرے مذاہب کے ساتھ خوشگوار تعلقات:

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستوں تک سے امن کے معاہدات کئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی معاہدات کئے۔ جنہوں نے آپ پر بارہا حملے کئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو جلاوطن کیا۔ آپ کا قصور کیا تھا؟ صرف یہی، کہ آپ خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے۔

قرآن مسلم اور غیر مسلم کے باہمی تعلقات کے بارے میں ایک بنیادی اصول پیش کرتا ہے۔ وہ جنگ کرنے والوں اور جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ برتاؤ میں فرق کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ قرآن نے یہ صاف وضاحت کردی ہے۔ کہ غیر مسلم کے ساتھ عداوت یا دوستی کی ممانعت کا حکم عارضی ہے اور مشروط ہے (یعنی جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ رہیں۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ لیکن اس کے بعد قرآن مسلمانوں کو ان کے ساتھ اچھے اور مبنی برانصاف تعلقات رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

یا ایها الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول و ایاکم ان تؤمنوا بالله ربکم و ان کنتم خرجتم جهاداً فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیهم بالمودة و انا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم و من یفعله منکم فقد ضل سواء السبیل۔ (۶۰ : ۱)

(مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے سے) نکلے ہو۔ تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو

ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ منکر ہیں ۔ اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ پیغمبر کو اور تم کو (وہ) جلاوطن کرتے ہیں ۔ تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو۔ وہ مجھے معلوم ہے ۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستہ سے بھٹک گیا ہے) ۔

عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ واللہ قدیرواللہ غفور رحیم ۔ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان‌اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظھروا علی اخراجکم ان تولوھم و من یتولھم فاولئك ھم الظلمون ۔ (٦٠ : ٧ - ٩) ۔ (عجب نہیں کہ خدا تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کر دے۔ اور خدا قادر اور بخشنے والا مہربان ہے ۔ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا ۔ خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ خدا انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے ۔ جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی اور جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں۔)

یاایھاالذین امنوا کونوا قومین شھدآ بالقسط و لایجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا ۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ (٥ : ٨) (اے ایمان والو! خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہوجایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو۔ کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے)

اسلام اور ذمی :

کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ اسلام نے ایسی مفتوحہ قوموں کو بھی برابری کے حقوق دئے ہیں۔ جو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن امن و سلامتی کے لئے مسلمانوں سے تعاون کرنے پر تیار تھے۔ اسلامی قوانین کی رو سے ایک مسلمان معاشرے میں جو اقلیت آباد ہوتی ہے اسے عربی میں ''ذمی،، کہا جاتا ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں ''تحفظ دیا گیا،،۔ اصطلاحاً اس سے مراد وہ غیر مسلم ہیں۔ جو کسی اسلامی ریاست میں آباد ہوں اور جن کی حفاظت کا ذمہ خود ریاست نے نے لیا ہو۔ اسلام میں اقلیتوں کے تصور کو ذهن نشین کرنے کے لئے ان حالات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ جن میں رسول اکرم کی حیات طیبہ کے دوران ،اولین اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی ۔ مدینہ میں اس ریاست کا قیام، حضور اکرم کی مکہ سے ھجرت کے بعد، وقت کی ایک اہم ضرورت تھی تاکہ اسلامی نظام کا عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔ اسلامی ریاست کا مقصد ایک نئے معاشرے کا قیام تھا۔ جس میں قرآن کی اصلاحی روح کارفرما ہو یہ معاشرہ درحقیقت خدا کی وحدانیت اور انسانی اتحاد کے عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ جس میں سب کے لئے یکساں مواقع کی ضمانت دی گئی تھی۔ اگر اس کی مزید وضاحت درکار ہو۔ تو اس منشور کی متعلقہ دفعات کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو رسول اللہ نے مہاجرین و انصار کے لئے تیار کرایا۔ اور جس کی رو سے مدینہ کی اقلیتوں یعنی یہودی قبائل بنوعوف، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت، بنو اوس وغیرہ کو بھی بعض مراعات سے نوازا گیا تھا۔ اس معاھدے کی رو سے فریق ثانی نے مسلمانوں کی تابعداری، اعانت اور ان کے دوش بدوش لڑنے کا عہد کیا تھا(۴)۔ ومن تبعھم فلحق

---

۳ - اخلاقیات ومذھب کی انسائکلوپیڈیا (The Encyclopaedia of religion and Ethics) چوتھا ایڈیشن، نیویارک ۱۹۵۸ء، ۱۲ : ۳٦۰ ''رواداری Toleration''

۴ - ''میثاق مدینہ،، کے متن کے لئے دیکھئے ابن ھشام : سیرت النبی، تحقیق از محمد محی الدین عبدالحمید قاھرہ ۱۳۵٦ھ ۱۱ : ۱۱۹-۱۲۳ -

بهم وجاهد معهم۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کے بارے میں تھا کہ:

۱۔ یہودی، امت کا ہی ایک حصہ تصور کئے جائیں گے(امة واحدة من دون الناس اور دوسرے باشندوں سے ممتا جائیں گے

۲۔ جو یہود مسلمانوں کے فرمانبردار رہیں گے۔ ان کے ساتھ جیسا برابری کا سلوک کیا جائے گا۔ نہ ان کے ساتھ زیاد نہ ان کے دشمنوں کی اعانت کی جائے گی(۶)۔ وانه من یہودا فان له النصر والاسوة غیر مظلومین ولا متناصر علیهم۔

۳۔ بنو عوف کے یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے او اپنے مذہب پر(۷) ان کے موالی اور وہ خود(۸) وان یہود امة مع المومنین: للیهود دینهم موالیهم وانفسهم۔

۴۔ جنگ کی صورت میں مسلمان اور یہود، جنگ کے اخراجات، طور پر برداشت کریں گے(۹) وان الیهود ینفقون مع المومنین مادامو

۵۔ فریقین (مسلمان اور یہود) جنگ کی صورت میں ایک دو مدد کریں گے(۱۰) وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة۔

۶۔ ہر دو فریق ایک دوسرے کی بات مانیں گے۔ باہم مشو

۵۔ ایضاً ص ۱۱۹۔

۶۔ ایضاً ص ۱۲۱۔

۷۔ یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے۔ کہ بنوعوف کو معاہدے میں الگ الگ بنوعوف اور بنوعوف کے یہودی قبائل بنوساعدہ، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت اور بنو عوف کے برابر حقوق دئے گئے تھے۔ (ابن ہشام، سیرة ۱۱ : ۱۲۲)۔

۸۔ ایضاً ص ۱۲۱۔

۹۔ ایضاً ص ۱۲۲۔

۱۰۔ ایضاً۔

گے۔ نیکی پر قائم اور گناہ سے دور رہیں گے(۱۱) وان بینھم النصح و النصیحۃ والبر دون الاثم۔

۷۔ ہر دو فریق میں سے کسی کو بھی اپنے اتحادیوں کی غلطیوں کا ذمہ‌دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور ہر دو فریق مظلوموں کی اعانت کریں گے(۱۲) وانہ لم یاثم امرؤ بحلیفۃ وان النصر للمظلوم۔

۸۔ اہل قریش اور ان کے اتحادیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی(۱۳) وانہ لاتجار قریش ولا من نصرہ۔

۹۔ اگر یثرب پر کسی دشمن نے حملہ کیا۔ تو فریقین کا فرض ہوگا۔ کہ دشمن کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کریں(۱۴) وان بینھم النصر علی من دھم یثرب۔

اس معاہدے کو اگر تنقیدی نظر سے پرکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ نہ طاقتور یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو جن کے سرداروں کے متعلق ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول دشمنی میں پیش پیش تھے(۱۵) اس معاہدے میں شامل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد میں یہ قبائل بھی مشروط طور پر اس معاہدے میں شامل ہوگئے(۱۶) لیکن یہ ایک

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ایضاً ص ۱۳۵ - ۱۳۸۔

۱۶۔ رسول اللہ نے ''میثاق مدینہ'' کے تحت یا علیحدہ طور پر قبائل مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ کیونکہ موٴرالذکر کی انوالقدی نے بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے ساتھ کئے جانے والے معاہدے کی بہ الفاظ ذیل تصدیق کی ہے (مغازی، رسول اللہ، قاہرہ ۱۳۶۷ء مطابق ۱۹۴۸ء ص ۱۳۸)۔ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ المدینۃ و ادعتہ یہود کلھا و کتب بینہ و بینھا کتابا و الحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قوم بحلفا ئہم و جعل بینہ و بینھم امانا و شرط علیھم۔ فکان فیما شرط الایظاہروا علیہ عدوا۔ فلما اصاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب بدر و قدم المدینہ بغت یہود و قطعت ماکان بینھا و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العھد۔

تاریخی المیہ ہے کہ ان یہودی قبائل نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا اور معاھدے کی صریح خلاف ورزی کی۔ جس کی بنا پر بنو نضیر اور بنو قینقاع کو مدینہ بدر کر دینا پڑا اور اسی طرح بنو قریظہ کی بیخ کنی بھی کرنی پڑی۔ تاریخی طور پر اس کا یہ نتیجہ برآمد ھوا اور واقعات نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ اسلامی نظریاتی سلطنت کی ابتدا ھی میں مسلمان اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ کہ نئے نظام کی بقا اور حفاظت کی ذمہ‌داری، صدق دلی اور سرگرمی سے، صرف مسلمان ھی پوری کرسکتے ھیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان موجود اقلیتوں کو ریاست کے دفاع کا کام نہیں سونپا جا سکتا۔ اور نہ ھی وہ روحانی سکون کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے۔ چنانچہ اس بنا پر انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

لیکن مسلمانوں نے چونکہ انہیں سیاسی، مذھبی اور سماجی مراعات دی ھوئی تھیں(۱۷) اور انہیں جان و مال کے تحفظ کا پورا حق ریاست نے دیا

وہ لکھتا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو تمام یہودیوں نے آپ سے معلقات استوار کرلئے اور آپ کے اور یہود کے مابین ایک تحریری معاھدہ ھوگیا۔ آپ نے ان کے حلیفوں کو ایک دوسرے سے منسلک کردیا۔ آپ نے ان کے اور اپنے مابین ایک دوسرے کو تحفظ دینے کا اقرار لیا۔ علاوہ ازیں دیگر شرائط بھی ان کے ساتھ نے پائیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے مل کر مسلمانوں پر یلغار نہیں کریں گے۔ جب اللہ کے رسول نے بدر میں قریش پر فتح حاصل کی اور مدینے واپس تشریف لائے۔ چند یہودی (غالباً بنو قینقاع) قبائل نے اپنے اور رسول اللہ کے مابین کئے گئے عہد سے انحراف کیا۔ بنو قریظہ کے ساتھ رسول اللہ کے معاھدے کے لئے دیکھئے محمد بن سعد، اڈیشن کتاب الطبقات الکبری، لیڈن ۱۳۲۰ھ حصہ دوم (القسم الاول من الجز الثانی) ص ۲۸۔

۱۷۔ اقلیتوں کو سیاسی، مذھبی اور سماجی تحفظ دئے جانے کی متعلقہ دفعات میثاق یہاں نقل کی جاتی ھیں۔ یہ معاھدہ آپ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ (حمید اللہ مجموعہ وثائق السیاسیہ، اڈیشن ثانی، قاھرہ، ۱۳۷٦ھ مطابق ۱۹۵٦ء ص ۱۱۲)۔

ولنجران و معاشیتھا جوار اللہ و ذمة محمد النبی رسول اللہ علی اموالھم وانفسھم و ملتھم و غائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وکل ماتحت ایدیھم من قلیل او کثیرلا یغیر اسقف من اسقفیة ولا راھب من رھبانیة ولا کاھن من کھانته ولیس علیھم دنیة ولادم جاھلیة ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطا ارضھم جیش ومن سئال منھم حقا فبینھم النصف غیر ظالمین و لا مظلومین۔

کہ نجران کے رھنے والے اور ان کے ماتحت لوگ، اللہ اور اس کے رسول کی امان میں رھیں گے اور کہ ان سب کی جان و مال، زمین اور نسل کی اور ان کی جو اس وقت موجود نہیں اور ان کی جو حاضر ھیں۔ نیز ان کے کنبوں کی، ان کے گرجاؤں کی اور ان کے مال و اسباب کی

تھا۔ لہذا ان سے معمولی سا حربی ٹیکس لیا گیا۔ جسے عرف عام میں جزیہ کہا جاتا ہے۔ جزیے کو اسلام میں غیر مسلموں کے لئے سزا نہیں سمجھنا چاہئے۔ حضرت عمر کے دور (۱۲ تا ۲۲ھ) میں ہونے والے واقعے سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جب یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے اسلامی مقبوضہ علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے کثیر تعداد میں فوج اکھٹی کی ہے۔ تو مسلمان جرنیل ابو عبیدہ نے یہ سمجھ کر کہ میں غیر مسلم کی جان و مال کی بخوبی حفاظت نہ کر سکوں گا، اس علاقے سے جمع کردہ جزیے کو واپس کردینے کا حکم دیا(۱۸) اس حکم میں اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنے طور پر فوجی خدمات سرانجام دینا چاہے تو جب تک وہ فوجی خدمات سرانجام دیگا۔ اس ٹیکس سے مستثنیٰ رہے گا(۱۹)

تاہم اس سے انکار نہیں کہ بعض دفعہ کچھ غیر منصف مسلمان حاکموں کی طرف سے ذمیوں کے ساتھ ناانصافی بھی ہوئی۔ اور ان پر ظلم و ستم بھی روا رکھا گیا۔ لیکن اس کو اسلام کا ایک عام اصول قرار دینا غلط ہے۔ یہ حقیقت اتنی واضح ہے۔ کہ مشہور غیر مسلم دانشور پروفیسر مجید خدوری کو بھی اسے تسلیم کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ہے:

"اگر اس دور میں کبھی کبھار عدم رواداری کا مظاہرہ کیا بھی گیا تو اسے محض حکومت کے بڑھتے ہوئے جبر کی علامت کہا جاسکتا ہے۔ جس سے مسلم آبادی کو بھی اتنا ہی دوچار ہونا پڑا۔ جتنا کہ غیر مسلم آبادی کو لوگوں کے تشدد کا رخ بعض اوقات غیر مسلموں کی طرف ہوجاتا۔ لیکن

ضمانت دی جائے گی۔ ہر چھوٹے یا بڑے گرجا سے کسی پادری یا کسی درویش کو علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی پادری کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ رہبانیت ترک کردے۔ زمانہ جاہلیت کے دور کا نہ خون بہا طلب کیا جائے گا۔ نہ تاوان کی وصولی کے لئے کسی قسم کی سختی کی جائے گی۔ اور نہ ہی انہیں اراضی سے بے دخل کیا جائے گا۔ جو انصاف طلب کریگا۔ اسے انصاف مہیا کیا جائے گا۔ نہ کوئی ظالم ہوگا نہ کوئی مظلوم۔

۱۸- ابو یوسف، کتاب الخراج، دوسرا ایڈیشن، قاہرہ، ۱۳۸۲ھ ص ۱۳۹ -

۱۹- الطبری، تاریخ لا لامم والملوک، قاہرہ ۱۲۳۶ھ، ۴: ۱۹۴ - ۹۵ -

یہ تشدد ظالم حکومت کے خلاف بے چینی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے زیر سایہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں کی جان و مال غیر محفوظ تھی۔ اور ان کی سلامتی کو خطرہ لاحق تھا۔ اگر کچھ حکام اور خلفاء سخت گیر تھے یا جابر تھے تو دوسرے عالی ظرف اور فیاض بھی تھے۔ کسی ظالم حکومت میں ذمیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہوگی۔ تو مسلمان بھی اس دور میں محفوظ نہ ہوں گے جہاں ذمیوں کے ساتھ سبنیہ بدسلوکی کا ذکر ملتا ہے وہاں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس ظالم حکومت یا اس دور میں ان کے ساتھ کس حد تک بدسلوکی ہوئی ہے۔ اسلامی حکومت میں ذمیوں سے سلوک کو اس زاویہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ چند غیر ذمہ دار خلفاء یا چند لاپرواہ حکام نے کیا کیا ہے۔ بلکہ اسلامی قوانین میں رواداری کی تلقین کرنے والی دفعات اور اس عمومی طرز سلوک کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ جو نسلاً بعد نسلاً ہر دور میں ذمیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے یا ان ادوار میں بالعموم جو آزادی، تحفظ اور فارغ البالی پائی جاتی تھی۔ اس کا جائزہ لینا چاہئے،،(۲۰)

پس قرآنی تعلیم اور اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اقلیتیں حکومت کی پوری طرح وفادار رہیں اور ملکی دفاع میں حصہ لینے پر رضامند ہوں۔ تو جہاں تک ان کی جان و مال کی سلامتی اور ان کے تحفظ کا تعلق ہے اسلام اس بارے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا۔ کیونکہ اسلام پہلے فرد اور پھر معاشرے کی بہبودی کا خواہاں ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کی یہی رواداری اور حسن سلوک تھا۔ جو ابتدائے اسلام میں ان قبائل کے ساتھ بھی روا رکھا گیا۔ جو اسلام پر ایمان لے آئے اور ان کے ساتھ بھی جو ایمان نہیں لائے اور بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ اور اسی رواداری کی بدولت آج تک خوش و خرم زندگی

۲۰۔ مجید خدوری: War & Peace in the Law of Islam ص ۲۰۰-۲۰۱۔

ر کرتے چلے آرہے ھیں - آج بھی عرب ممالک میں جو عیسائی اور یہودی
بتیں پائی جاتی ھیں - وہ انھی ''ذمیوں،، کی اولاد ھیں - جو اسلامی طرز
کومت کے شاندار ماضی سے اب تک خوش و خرم زندگی بسر کررھے ھیں -
، سے اسلام کے زیر عاطفت بسنے والوں کے ساتھ اسلامی رواداری کی پوری
مدیق ھوجاتی ھے -

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام اگرچہ خالص توحید پرست مذھب ھونے
، بنا پر بت پرستی اور ھر قسم کے شرک کی مذمت کرتا ھے - تاھم وہ کسی
و یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے جبر و اکراہ کے طریقے
ستعمال کرے - اسلام تمام توحید پرست مذاھب کو اشتراک و تعاون کی
عوت دیتا ھے - اور عالمی امن و سلامتی، نوع انسانی کی بہبود اور سب کو
ک امت بنانے کے لئے مشترک جدوجہد کی دعوت دیتا ھے -

اس عظیم خوبی (Summun Bonam) کے حصول کی خاطر، اسلام اپنے
بیادی اصولوں مثلاً تمام مذاھب کے پیغمبروں کی تعظیم وغیرہ پر زور دیتا
ھے - اور جنگ برائے جنگ سے، ظلم اور سخت گیری سے روکتا ھے - اور دنیا
یں امن و سلامتی کے قیام و عدل گستری پر زور دیتا ھے - اس میں شک نہیں
کہ ایک اسلامی مملکت کا سرکاری مذھب اسلام ھوتا ھے - لیکن اس کے باوجود
یسی مملکت میں ان غیر مسلموں کو بھی برابر کے حقوق، تحفظ کی ضمانت
ور قانونی سہولتیں دی جاتی ھیں - جو اس مملکت کے انتظامی امور اور امن
ہ سلامتی برقرار رکھنے میں تعاون کرتے ھیں -